جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے روح پرور نظارے

پاکستانی اور کشمیری احمدیوں کے اخلاص کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ / جنوری ۱۹۹۲ء بمقام بیت اقصیٰ قادیان)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

جلسہ سالانہ جو سو سالہ جلسہ سالانہ ہونے کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا، خدا کے فضل سے بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا اور اس جلسہ کے بعد آج پہلا جمعہ ہے جو ہمیں مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اور سال کا بھی یہ پہلا جمعہ ہے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلے میں تمام جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو صد سالہ جلسہ سالانہ کے بخیر وخوبی گزرنے پر اور نئے سال کے آغاز پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اپنی طرف سے بھی اور قادیان کے درویشوں اور باشندگان کی طرف سے بھی اور ان سب مہمانوں کی طرف سے بھی جو ابھی تک یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

جلسہ سالانہ جب قریب آیا تو دن رات کی رفتار میں تیزی آنی شروع ہوئی اور یوں لگتا تھا کہ اچانک دن رات کے چکر کو کسی نے لٹو کی طرح گھما دیا ہے اور دن گھنٹوں میں گزرنے لگے اور جب ہوش آئی تو جلسہ پیچھے رہ چکا تھا اور تمام ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ادا ہو چکی تھیں۔

اس سے پہلے بھی مجھے گلے کی تکلیف تھی جو یہاں آنے کے بعد غالباً کسی گھی کی الرجی سے شروع ہوئی اور مجھے ڈر تھا کہ یہ کہیں جلسہ کی ذمہ داریوں میں حائل نہ ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب احسان ہے کہ جلسہ کے آغاز پر یہ تکلیف بالکل غائب ہو گئی اور پوری طرح مجھے اپنی ذمہ داریوں کو ادا

کرنے کی توفیق ملی ۔جلسہ کے بعد یہ تکلیف پھر از سرِ نو واپس آئی تو مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے عاجز بندوں سے اعجازی سلوک فرماتا ہے لیکن بشریت کے تقاضوں سے وہ بالا نہیں ہوتے ۔پس وہ اعجازی دَور تھا جو گزر گیا۔اب میرے بشری تقاضوں کی بیماری ہے جس نے مجھے آ پکڑا ہے لیکن اللہ کے فضل سے طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔

کل مجھے انشاء اللہ دہلی جانا ہوگا۔پرسوں وہاں ایک اہم بین الاقوامی مجلس سے خطاب ہے۔احباب جماعت سے گزارش ہے کہ وہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس اہم ذمہ داری کو بھی اسی طرح اپنے خاص فضل کے ساتھ عمدگی کے ساتھ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے ،جیسے پہلے اس نے عمدگی سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور ایسی باتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کے نتیجہ میں دنیا کو کچھ فائدہ پہنچے۔محض منہ کی باتیں نہ ہوں بلکہ ایسی باتیں ہوں جو دل سے نکلیں اور دل پر اثر کرنے والی ہوں ۔جن کے نتیجہ میں خیالات میں بھی تبدیلیاں ہوں اور دلوں میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوں کیونکہ یہ دنیا جس دور میں سے گزر رہی ہے اس میں سب فتور خیالات اور دلوں کا فتور ہے۔امنِ عالم کی سرسری سطحی باتیں کرنا ایک فیشن سا بن چکا ہے لیکن فی الحقیقت بہت کم ہیں جو مضمون کی تہہ میں ڈوب کر حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے امن کے خواہاں ہیں اور امن کو حاصل کرنے کے لئے وہ کسی قربانی کے لئے تیار ہیں ۔چونکہ میرا مضمون امن عالم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے میں سب احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں کہ ایسے رنگ میں اس مضمون کو ادا کرنے کی توفیق ملے کہ وہ لوگ جو عموماً سطحی باتوں کے عادی ہیں ان کی نظر بھی گہرائی میں اترے ،مسائل کی تہ تک پہنچیں اور اپنے ماحول اور گردو پیش میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ہم ایک غفلت کی حالت میں سے گزر رہے ہیں اور اس غفلت کی حالت کو قرآن کریم نے 'خسران' کی حالت بیان فرمایا ہے ۔وَالْعَصْرِ ۝۲ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۳ وہ زمانہ گواہ ہے،اس زمانے کی قسم کہ اس وقت کا انسان گھاٹے میں ہوگا ۔یعنی تمام کا تمام انسان گھاٹے میں ہوگا ۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سوائے ان چند لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور حق بات کی نصیحت کی وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۴ (العصر:۲-۴) صبر کے ساتھ صبر کی نصیحت کی اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں کہ یہ جماعت جس کا یہاں ذکر ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

جماعت ہے جس کا آغاز قادیان کی اسی بستی میں آج سے تقریباً سو سال پہلے ہوا تھا۔

پس امن عالم کے حصول کے لئے اگرچہ ہماری طاقتیں بہت محدود ہیں اور اِلَّا الَّذِيْنَ کی ذیل میں ایک مختصر سے گروہ کے طور پر ہمارا ذکر ہوا ہے۔ اگرچہ اتنی تھوڑی تعداد کے لئے بظاہر ممکن نہیں کہ وہ تمام عالم کے گھاٹے کو نفع میں تبدیل کر دے۔ مگر قرآن کریم نے جو نسخہ عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اگر وہ ایمان پر قائم رہیں۔ نیک اعمال کے ساتھ چمٹے رہیں اور وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ خواہ کوئی سنے یا نہ سنے حق بات کی نصیحت کرتے رہیں۔ حق بات کی نصیحت حق طریق پر کرتے رہیں اور صبر کی نصیحت کرتے رہیں اور صبر کے طریق پر نصیحت کرتے رہیں۔ یہ وہ نسخہ ہے جو قرآن کریم نے تمام عالم کے گھاٹے کو نفع میں تبدیل کرنے کا پیش فرمایا ہے۔ خدا کرے ہمیں اس کی توفیق ملے۔ بعض دفعہ ایک نسل کو اپنی زندگی میں ایک انقلاب کا منہ دیکھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ بعض دفعہ دو نسلوں کو یکے بعد دیگرے انقلابات کے کچھ حصے دیکھنے کی توفیق ملتی ہے لیکن ہمارا سفر لمبا ہے۔ احمدیت کو آئے ہوئے آج تک سو سال سے کچھ زائد عرصہ گزرا کئی نسلیں ہماری گزر چکی ہیں اور ابھی ہم نے لمبا سفر طے کرنا ہے۔ یہی حکمت ہے کہ صبر پر اتنا زور دیا گیا۔ وہ لوگ جو صبر کی توفیق نہیں رکھتے اگر ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے کامیابی دکھائی نہ دے تو وہ حوصلے ہار بیٹھتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس مقصد کی پیروی کا کوئی فائدہ نہیں۔ جان کا زیاں ہے اور کوششوں کا نقصان ہے لیکن وہ لوگ جو خدا کی خاطر کوشش کرتے ہیں وہ اپنے مقصد کو اپنی آخری صورت میں نہ بھی حاصل کر سکیں تب بھی درحقیقت ان کا ایک مقصد ہر لحہ پورا ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ مقصد ہے رضائے باری تعالیٰ کا حصول۔ وہ دنیا میں جو تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں اپنی ذات کی خاطر نہیں، اپنی تعداد بڑھانے کے لئے نہیں، اپنے رسوخ کو پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے۔ پس ان میں سے جو بھی جس حالت میں بھی جان دیتا ہے وہ کامیاب حیثیت سے جان دیتا ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہوئے جان دیتا ہے کیونکہ اس کے رب کی رضا کی نگاہیں اس پر پڑ رہی ہوتی ہیں۔ یہی وہ یقین کامل ہے، یہی وہ اعلیٰ درجہ کا احساس ہے جسے فوزِ عظیم کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی کامیابی کہ دشمن کو دکھائی دے یا نہ دے مگر ہر شخص جو اس کامیابی کا مزہ چکھتا ہے اور اس میں سے گزرتا ہے وہ کامل یقین رکھتا ہے کہ وہ کامیاب ہو گیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ ایک ایسے صحابی کے ساتھ پیش آیا جن کو جب قتل گاہ پر لے جایا گیا۔ دشمن کے نرغے میں آ کر بعض اور صحابہؓ کے ساتھ وہ بھی پکڑے گئے تھے تو جب انہیں قتل گاہ میں لے جایا گیا اور تلوار ان کی گردن پر چلنے لگی تو انہوں نے آخری فقرہ یہ کہا کہ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ خدا کی قسم! ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

کیسی عجیب بات ہے۔ فــــوز کی ایک نئی تعریف دنیا کے سامنے ابھری ہے اور یہی وہ تعریف ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ فقرہ سن کر بہت سے کفار مکہ جو اس قتل میں شریک تھے ششدر رہ گئے، حیران ہوئے کہ یہ کیسا جملہ ہے۔ ایک شخص جو قتل ہونے کے قریب ہے اس کی زندگی کے چند لمحے باقی ہیں وہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ ربّ کعبہ کی قسم ! میں تو کامیاب ہو گیا۔ یہ کیسی کامیابی ہے۔ تب ان کی توجہ اسلام کی طرف پھری اور اس ایک جان نے بہت سی سعید روحیں اپنے پیچھے چھوڑ دیں۔ ایک کامیابی تو ان کو وہ نصیب ہوئی کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنے ربّ کے پیارے ہوئے اور ایک کامیابی وہ نصیب ہوئی کہ اگر ایک سر گردن سے اترا تو اور کئی سر محمد رسول اللہؐ کی غلامی میں جھک گئے اور وہ جان ضائع نہیں گئی۔ پس فــوز کے یہ معنی ہیں جن کو جماعتِ احمدیہ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ اگر حصولِ مقصد ہم سے بہت دور دکھائی دیتا ہے تو زندگی کا ایک مقصد ایسا ہے جو ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے اور وہ رضائے باری تعالیٰ کا حصول ہے اگر ہم خود اپنے نفس میں مطمئن ہو جائیں کہ ہمیں رضائے باری تعالیٰ حاصل ہو رہی ہے، ہم پر اس کے پیار کی نگاہیں پڑ رہی ہیں تو سب سے بڑی کامیابی یہی ہے اس سے بڑی اور کوئی کامیابی نہیں۔

جلسہ سالانہ کے متعلق چند مختصر باتیں میں جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ جلسہ کے بعد پہلی بار یہ خطبہ سن رہی ہیں اس لئے ان کو توقع ہوگی کہ قادیان سے متعلق اور جلسہ سے متعلق میں اپنے کچھ تاثرات بیان کروں۔ یہ مضمون بہت مشکل ہے کیونکہ دل کی جو کیفیات تھیں اور ہیں ان کا بیان ممکن نہیں۔ ایک عجیب خواب کی سی دنیا سے نکل کر ہم آئے ہیں۔ جو مناظر ہم نے جلسہ میں عشق اور محبت کے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر فدائیت کے نظارے دیکھے، تمام دنیا سے آئے ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پروانے اس بستی میں بہت تکلیفیں اٹھا کر جمع ہوئے۔ ہندوستان کے کونے کونے سے اس کثرت سے احباب جماعت یہاں

تشریف لائے کہ آج تک سوسالہ تاریخ میں کبھی ان جگہوں سے اس کثرت سے احباب جلسہ سالانہ میں شریک نہیں ہوئے۔ بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں ہماری اکثریت غربت کا شکار ہے اور اتنی غربت کا شکار ہے کہ ان کے لئے ریل کے تیسرے درجہ کے سادہ دوطرف کے کرائے اکٹھا کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس طرح انہوں نے قرض اٹھائے یا کسی اور صاحب دل آدمی نے ان کی ضرورت کو محسوس کر کے ان کی مدد کی مگر میں نے جو کثرت سے نگاہ ڈالی تو ہماری اکثریت ایسی تھی جو غرباء کی تھی مگر دل کے غنی تھے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ تعریف ان پر صادق آتی تھی کہ الغنیٰ غِنی النفس (بخاری کتاب الرقاق حدیث نمبر: ۵۹۶۵) سنو! غنٰی یعنی امیری اور تونگری اصل میں دل کی امیری اور تونگری ہوا کرتی ہے۔ وہ دنیا کی تمناؤں سے بے نیاز اس بستی میں آ پہنچے جہاں ان کو سکون ملنا تھا۔ جس کی راہ وہ بڑی مدّت سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں نے وہ دیکھا جس کے متعلق مجھے بہتوں نے کہا کہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ ہماری تمنائیں تھیں کہ ہم اپنی زندگی میں کبھی خلیفۃ المسیح کو دیکھیں لیکن سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

ایسے بوڑھے تھے جو معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کے آخری کنارے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے اپاہج تھے جو کرسیوں پر بیٹھ کر آئے۔ ایسے بیمار تھے جن کو ان کے رشتہ داروں نے سہارے دیئے۔ قطع نظر اس کے کہ یہاں کے موسم کی سختی کے وہ عادی نہیں تھے۔ اکثر ایسے علاقوں کے رہنے والے تھے کہ جہاں سارا سال گرمی ہی پڑتی ہے سردی کم، سردی نام کی ہے اور حقیقت میں وہ سردی سے آشنا نہیں مگر انہی ایک دو کپڑوں میں ملبوس جو گرمیوں کے کپڑے تھے اور جن کے وہ عادی ہیں ان میں وہ تشریف لائے لیکن ان کے اندر ایک ایسا ولولہ، ایسا جوش تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب سے کم ہیں جو بیمار پڑے۔ وہ جو ٹھنڈے علاقوں سے آئے تھے۔ وہ جن کو تن بدن ڈھانکنے کے سارے سامان میسر تھے ان میں بہت زیادہ نزلہ زکام اور بخار نے راہ پائی لیکن عجیب بات تھی کہ ان میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کا ناک بہہ رہا ہو یا سردی سے کانپ رہا ہو۔ ایک عجیب گرمی تھی جو خدا تعالیٰ نے ان کو اندر سے عطا کر دی تھی اور یہ حیرت انگیز اعجاز تھا جو عام حالات میں ممکن نہیں ہے۔

ان کی اکثریت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایسی تھی جنہوں نے کبھی قادیان کا منہ بھی نہیں دیکھا تھا مثلاً اڑیسہ کے غریب اور تونگر احمدی، دل کے امیر احمدی دو ہزار سے زائد تعداد میں یہاں

پہنچے اور خدا کے فضل کے ساتھ ان کی کیفیت یہ تھی کہ دن بدن اُن کے اندر پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ جب آغاز میں ان سے تعارف ہوا تو ان کی نگاہوں میں کچھ تھوڑی سی اجنبیت تھی، کچھ پہچان کی کوشش کر رہے تھے یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ کیا چیز ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں اور کچھ فاصلہ سا تھا لیکن آناً فاناً وہ فاصلے قربتوں میں تبدیل ہوگئے اور اسکے بعد ان کا جوش اور ولولہ ناقابلِ بیان تھا۔ آج تک ہم نے کبھی کسی جلسہ سالانہ میں ایسے نظارے نہیں دیکھے جیسے ہندوستان کی دُور دُور سے آئی ہوئی جماعتوں کے اخلاص کے نظارے ہم نے دیکھے۔ ان میں کیرالہ کے غرباء بھی تھے۔ ان میں آندھرا پردیش کے بھی تھے لیکن یہ ایسا موقع تھا جس میں غرباء کو امراء سے الگ کرنا شاید زیادتی ہو۔ یہ وہ موقع تھا جہاں واقعۃً محمود وایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں کوئی تفریق نہیں رہی تھی، سارے دل کے امیر دکھائی دیتے تھے، سارے حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپؐ کے اس غلامِ کامل کے شیدائی دکھائی دیتے تھے جس نے قادیان کی بستی میں جنم لیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا میں اس کے دل سے نور کے سوتے پھوٹے۔ پس یہ وہ نظارے ہیں جن کے بیان کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ شاید ویڈیو والوں نے کچھ ریکارڈ کئے ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو اِس فضا میں دم لے رہے تھے جنہوں نے ان کے جذبے، ان کے ولولے دیکھے وہ کسی طرح بھی بیان کی حد میں نہیں آسکتے ۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کیا پایا اور کیا لے کر لوٹے؟ مگر میں یہ یقین رکھتا ہوں اور اس میں مجھے ذرہ بھی شک نہیں کہ خدا کے فضل سے وہ اگر پہلے کسی لحاظ سے کمزور بھی تھے تو یہاں سے مالا مال ہو کر لوٹے ہیں اور کسی چیز کی کوئی کمی انہوں نے محسوس نہیں کی۔

اب ایک دَور ہے جو شروع ہونے والا ہے لیکن اس سے پہلے میں پاکستان کے احمدیوں کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبے عرصہ کے بعد پاکستان کے غرباء کو بھی یہ توفیق ملی کہ وہ کسی حد تک یعنی سارے تو نہیں آسکتے تھے ناممکن تھا لیکن کسی حد تک یہاں پہنچ سکیں اور جن کے لئے انگلستان پہنچ کر ملاقات ناممکن تھی ان کو بھی خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ قریب آئیں اور یہاں سے آکر جلسہ میں شمولیت کریں۔ میرے ساتھ ملاقاتیں کریں اور قریب سے دوبارہ دیکھنے کا موقع ملے۔ ان کی کیفیت بھی ناقابل بیان تھی۔ اکثر یہ صورت حال تھی کہ میرے ضبط کا بڑا سخت

امتحان تھا۔ مجھے ہمیشہ ڈر رہا کہ اگر میرا ضبط ٹوٹ گیا تو یہ لوگ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگیں گے۔ میری جدائی ان پر اور بھی زیادہ سخت ہو جائے گی اور خدا کے ہاں جو علیحدگی کے بقیہ دن مقدّر ہیں وہ پہلے سے زیادہ تلخ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے حتی المقدور کوشش کی کہ ہنستے ہوئے، مسکراتے ہوئے، ہاتھ اٹھاتے ہوئے سب کو سلام کہوں، سب کے سلام قبول کروں اور حوصلے بڑھاؤں لیکن جو دل کی کیفیت تھی خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بڑے سخت امتحان سے گزرنا پڑا۔

ان کے آنے کے نظارے بھی عجیب تھے۔ ان کی واپسی کے نظارے بھی عجیب تھے۔ ایک موقع پر میری بچیاں بسوں کی رخصت کا منظر دیکھنے کے لئے گئیں۔ ہمارے خاندان کے بھی بہت سے لوگ اس میں جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ سب لوگ کھڑکیوں سے اُلٹے پڑتے تھے۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے نہیں جانا۔ ہم نہیں جانا چاہتے۔ چنانچہ میری بچی نے اپنی کسی عزیزہ سے پوچھا کہ تم کیوں الٹ رہی ہو تو اس نے کہا۔ یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔ دل چاہتا ہے کھڑکی سے چھلانگ لگا دوں۔ پس یہ وہ کیفیتیں ہیں جن کو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی فصاحت و بلاغت جیسا کہ حق ہے ان کو سمیٹ سکے اور ان کو زندہ جاوید تحریروں میں تبدیل کر سکے۔ لیکن یہ عجیب دن تھے جو گزر گئے۔ اب ہمیں آئندہ کا سوچنا چاہئے۔

یہ جلسہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا نہ صرف ایک تاریخی جلسہ تھا بلکہ تاریخ ساز جلسہ تھا اور تاریخ ساز جلسہ ہے۔ جو لطف ہم نے اٹھائے وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ زندہ رہیں گے لیکن وہ لطف اس لئے زندہ نہ رہیں کہ ہم جیسے ایک نشئی ایک نشے کی حالت میں لطف اٹھاتا ہے ویسے اس سے لطف اٹھاتے رہیں۔ وہ لطف اس لئے زندہ رہنے چاہئیں تا کہ ہمیشہ ہمیں عمل کے میدان میں آگے بڑھاتے رہیں اور ہماری ذمہ داریاں ہمیں یاد کراتے رہیں اور یاد کرائیں کہ ایک نیا دور ہے جس میں احمدیت داخل ہو چکی ہے۔ ترقیات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ہمارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ ایسے نئے ایوان کُھل رہے ہیں جن میں پہلے احمدیت نے کبھی جھانکا نہیں تھا۔ چنانچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کی جماعتوں میں یہ احساس بیداری پیدا ہوا ہے اور بعض جگہ جو چھوٹی چھوٹی پژمُردہ سی جماعتیں تھیں۔ جن کے خطوں سے امید کی کوئی غیر معمولی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ جن کے خط کچھ بجھے بجھے، کچھ دبے دبے ایسا منظر پیش کرتے تھے جیسے وہ احمدیت کے ساتھ

زندہ ہیں اور احمدیت کے ساتھ زندہ تو رہیں گے لیکن اتنے کمزور ہیں کہ وہ احمدیت کی زندگی سے اپنے ماحول کو زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ اب جو لوٹے ہیں تو ان کی کیفیت یکسر بدل چکی تھی ۔ ان میں سے بہت تھے جنہوں نے مجھ سے کہا کہ اب زندگی کا ایک بالکل نیا دور شروع ہوا ہے ۔ اب آپ دیکھیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کس طرح ہندوستان میں چاروں طرف احمدیت کا نور پھیلائیں گے ۔ اب گزشتہ زمانوں اور آئندہ زمانوں میں ایک نمایاں فرق پڑ چکا ہے اور یہ جلسہ اس کی حد فاصل ہے ۔ پس اس پہلو سے یہ جلسہ ایک تاریخ ساز جلسہ ہے ۔ میری دعا ہے کہ ان کے ولولے ہمیشہ زندہ رہیں ۔

جہاں تک منصوبوں کا تعلق ہے ان کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا گیا ہے کہ کس طرح منصوبے بنانے ہیں ۔ کس طرح ان پر عمل درآمد کرنا ہے ۔ ان کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ اگر چہ ظاہری طور پر آپ غریب ہیں اور بڑے بڑے اُمید افزا اور تمناؤں سے بھر پور منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن کھلے دل کے ساتھ خوب منصوبے بنائیں اور بالکل پرواہ نہ کریں کہ ان پر کیا خرچ آتا ہے ۔ عالمگیر جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے غریب نہیں ہے اور ساری عالمگیر جماعت احمدیہ آپ کی پُشت پر کھڑی ہے ۔ **تمام عالمگیر جماعت احمدیہ ہمیشہ قادیان کی ممنون احسان رہے گی اور ان درویشوں کی ممنون احسان رہے گی جنہوں نے بڑی عظمت کے ساتھ، بڑے صبر کے ساتھ، بڑی وفا کے ساتھ اس امانت کا حق ادا کیا جو اُن کے سپرد کی گئی تھی اور لمبی قربانیاں پیش کیں ۔** اس لئے آپ کو کوئی خوف نہیں، آپ کو کوئی کمی نہیں ۔ اللہ کے فضل کے ساتھ جتنے مفید کار آمد منصوبے آپ بنا سکتے ہیں اور ان پر عمل کر سکتے ہیں ، انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضرورتیں عالمگیر جماعتیں پوری کریں گی اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان اس لحاظ سے بہت حد تک نظر انداز ہوتا رہا ہے ۔ اس میں ہم سب کا قصور ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے ۔

ہندوستان کا اپنا ایک حق تھا جسے ہمیشہ قائم رکھنا چاہئے تھا ۔ ہندوستان وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے آخرین کا پیغامبر بھیجا جو ہر مذہب کا نمائندہ بن کر آیا ۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ (تذکرہ صفحہ:۶۳) کہ ایک شخص دکھائی دیتا ہے مگر خدا کا پہلوان ہے جو تمام انبیاء کے چوغے اوڑھے ہوئے آیا ہے ۔ اسی میں تمہیں کرشن دکھائی دے گا ، اسی میں تمہیں

بڑھا دکھائی دے گا، یہ مسیح کی تمثیل بھی ہے اور مہدی بن کر بھی آیا ہے۔ انبیاء سے تمام دنیا میں جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے وہ آج قادیان کی بستی میں اس ذات میں پورے ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مامور فرمایا ہے۔

پس اس پہلو سے ہندوستان کا ایک مرکزی اور دائمی حق ہے جسے نظر انداز کرنا ہماری غلطی تھی۔ دیگر ممالک میں پہنچے۔ افریقہ اور امریکہ اور سپین اور یورپ کے ممالک میں مساجد تعمیر کیں اور اذانیں دیں اور اسی بات پر مطمئن رہے کہ خدا کے فضل سے افریقہ کے بعض ممالک میں جماعت اس تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ بعید نہیں کہ آئندہ چند سالوں میں وہاں جماعت کو کلی اکثریت حاصل ہو جائے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ اطمینان بخش ضرور ہیں مگر ہندوستان کو نظر انداز کرنا ہرگز جائز نہیں تھا اور عقل کے تقاضوں کے خلاف تھا کیونکہ جو اہلیت اور صلاحیت ہندوستان میں جماعتِ احمدیہ کی نشو و نما کی ہے، وہ شاید ہی دنیا کے کسی اور ملک میں ہو۔ یہاں دنیا کے مختلف مذاہب آزادی کے ساتھ اپنے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہاں جو بظاہر مذہبی فسادات ہوتے ہیں الاّ ماشاء اللہ، وہ دراصل سیاسی گروہ بندیوں کے نتیجہ میں اور چھوٹی چھوٹی چپقلشوں کے نتیجہ میں ہوتے ہیں ورنہ ہر مسلمان کو آزادی ہے کہ اپنی مساجد میں اذانیں دے جس سے چاہے اسلام کی بات کرے۔ جس طرح چاہے اپنے اسلام کا اظہار کرے۔ کسی فرقے پر کوئی قدغن نہیں۔

یہی قادیان کی بستی ہے اس میں صبح کے وقت آپ تہجّد کی نماز کی تلاوت بھی لاؤڈ سپیکر پر سنتے تھے۔ یہاں بھجن بھی ساتھ گائے جا رہے تھے۔ یہاں گردواروں سے تقریریں بھی کی جا رہی تھیں۔ میوزک بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ عیسائی بھی اپنے اپنے رنگ میں اپنے خدا کو یاد کر رہے تھے اور کبھی نہ کسی احمدی کو اس کی تکلیف ہوئی نہ کسی غیر احمدی کو، نہ ہندو کو، نہ سکھ کو، سارے اس بات پر خوش تھے کہ جس کو جس طرح بھی توفیق مل رہی ہے آخر وہ خدا کو یاد کر رہا ہے۔ ہمیں کیا حق ہے کہ اس پر اعتراض کریں۔ یہ وہ ماحول ہے جو ہندوستان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے لئے بہت خوش آئند ہے اور اگر جماعت احمدیہ صحیح طریق پر یہاں کام شروع کرے تو خدا کے فضل سے بہت تیزی کے ساتھ تمام ہندوستان میں نفوذ ہو سکتا ہے۔

یہاں جو مسلمان لیڈر شپ ہے وہ بدقسمتی سے اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ باوجود اس کے کہ

مسلمان دس کروڑ یا شاید اس سے بھی زائد ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے بے سر کا جسم ہے جو بظاہر زندہ رہ رہا ہے لیکن اس میں یکجہتی نہیں ہے۔ جیسے ایک سر سے اعضاء میں یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے دماغ انگلیوں کے پوروں تک اثر دکھاتا ہے اور سارا جسم ایک جان ہو کر رہتا ہے ویسی کیفیت ہندوستان کے مسلمانوں میں دکھائی نہیں دیتی۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے لئے اور بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی راہنمائی کرے اور ان کو وہ سر مہیا کرے جو آسمان سے ان کے لئے نازل ہوا ہے یعنی مہدی اور مسیح کا سر جس کے بغیر نہ ان کو زندگی کے سلیقے آئیں گے نہ ان کو دنیا میں پنپنے کے ڈھنگ آئیں گے۔ جس حال میں یہ بدنصیب لیڈر شپ کی غلط راہنمائی کے نتیجہ میں بار بار دکھ اٹھا رہے ہیں اور بے شمار تکلیفوں کے دور میں سے گزر رہے ہیں یہاں تک کہ ایسی Tunnel ہے جس کے پرلی طرف کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ اس ساری صورتحال کو درست کرنے کی صلاحیت احمدیت میں ہے اور احمدیت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس پہلو سے بھی ہمیں ہندوستان کی طرف غیر معمولی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جب ہم توجہ دے رہے ہیں اور دیں گے اور اور زیادہ دیتے چلے جائیں گے تو لازماً یہاں مخالفت کی بھی نئی لہریں اٹھیں گی۔ اب جب میں قادیان کے جلسہ کے لئے حاضر ہو رہا تھا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے بعض بڑے بڑے علماء جنہوں نے اپنے آپ کو احمدیت کے خلاف وقف کر رکھا ہے وہ پاکستان پہنچے اور وہاں کے ان مولویوں سے جو مغلظات بکنے میں چوٹی کا مقام رکھتے ہیں مشورے کئے، سر جوڑے، حکومت پر وہاں بھی ہر قسم کے دباؤ ڈالے گئے اور یہاں بھی ڈالے گئے کہ کسی طرح اس جلسہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دو ورنہ احمدیت کو غیر معمولی ترقی نصیب ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے سب ارادوں کو ناکام کر دیا لیکن پاکستان میں اس کا ردعمل ابھی اور زیادہ چلے گا اور معلوم ہوتا ہے کہ کافی شدّت کے ساتھ ظاہر ہوگا کیونکہ ان مولویوں کا دل بہت ہی چھوٹا ہے اور نیکی کو پنپتے ہوئے وہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ عجیب بیماری ہے کہ اسلام کے نمائندہ ہیں لیکن بدیوں کو پنپتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ گلی گلی میں Drug Addiction ہو رہی ہے، عورتوں کی عزتیں ختم ہوگئیں، چھوٹے بچوں کا تحفظ جاتا رہا، اغواء کی وارداتیں ہو رہی ہیں، ڈاکو دن دھاڑے جہاں چاہیں جس کو چاہیں لوٹیں۔ ایک ایسی بدامنی کی کیفیت ہے کہ بسا اوقات یہ سوال بار بار

سیاستدانوں کی طرف سے بھی اٹھایا جارہا ہے کہ کیوں نہ دوبارہ فوج کو لائیں اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ پہلے بھی تو فوج ہی کے چھوڑے ہوئے مسائل ہیں جن سے قوم اس وقت نبرد آزما ہونے کی کوشش کر رہی ہے اور جو اُن کے لئے اس وقت زندگی اور موت کا سوال بن چکے ہیں۔ پس ان کو سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کیا کریں اور ملاں کا یہ حال ہے کہ سارے پاکستان میں جتنی چاہے گلی گلی میں بدکاریاں پھیلیں، چوریاں ہوں، جھوٹ پھیلیں اور سچائی عنقا ہو جائے ،عدالتیں ظلم اور سفا کی سے بھر جائیں، رشوت ستانی کا دور دورہ ہو، ڈاکے پڑیں، کسی عورت کو نہ چادر نصیب ہو نہ گھر کی چار دیواری کا تحفظ ملے یہ سب کچھ ہو لیکن ان کے اسلام پر جوں تک نہ رینگے، کوئی تکلیف نہ ہو۔ عجیب وغریب اسلام ہے لیکن اگر احمدی کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ بلند کریں اور کہیں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں تو ان کے تن بدن کو آگ لگ جائے۔ اگر احمدی نمازیں پڑھیں تو تکلیف سے ان کی جان ہلکان ہونے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ احمدی نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ احمدی سچ بولیں تو ان کو تکلیف ہو۔ ہر وہ نیکی جو اسلام سکھاتا ہے اسے عملاً تو وہ احمدیوں کے سپرد کر بیٹھے ہیں اور اب وہاں بھی مٹانے کے درپے ہیں۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ تم نے اپنے ماحول سے وہ نیکیاں مٹنے دیں تم جانو۔ **خدا کے حضور تم جوابدہ ہو گے لیکن خدا کی قسم! تم ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ، تم سارے مل کر جو کرنا ہے کر گزرو مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کو تم احمدی دلوں سے مٹا نہیں سکتے۔ احمدی اعمال سے تم نوچ نہیں سکتے یہ ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ یہ ہماری سرشت بن چکی ہیں۔ پس اسلام کی اعلیٰ قدروں کے اگر ہم آج محافظ ہیں تو یہ خدا کا فیضان ہے اس نے ہمیں عطا کیا ہے، اسی نے یہ جھنڈا ہمیں تھمایا ہے۔ جو چاہو ظلم کرو، یہ جھنڈا ہم ہمیشہ سر بلند رکھیں گے۔**

پس وہاں کے مسلمان علماء کی عجیب حالت ہے اور ہندوستان کے علماء کو یہ بات دکھائی نہیں دے رہی کہ ان کی زندگیوں میں یہ کیسا تضاد ہے۔ بدیوں سے گلیاں بھر جائیں اور ان کے اسلام کو کوئی تکلیف نہ ہو اور ربوہ میں چھوٹے چھوٹے بچے درود پڑھتے ہوئے لوگوں کو جگائیں تو ایسی آگ بھڑک اٹھے کہ بچوں کے خلاف تھانوں میں پرچے ہو جائیں۔ ان کو گھسیٹ کر قیدوں میں ڈالا جائے اور ان کے خلاف مقدمے چلائے جائیں اگر کہو! کیوں؟ کیا کیا انہوں نے؟ ان معصوم بچوں نے کیا

جرم کیا تھا؟ تو جرم یہ لکھوایا جاتا ہے کہ یہ ایسے بدبخت لوگ ہیں کہ صبح نماز کے وقت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پڑھتے ہوئے، محمد رسول اللہؐ پر درود بھیجتے ہوئے ربوہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے اور لوگوں کو نماز کے لئے جگا رہے تھے۔ جب عقلیں ماری جائیں، جب دلوں پر قفل پڑ جائیں تو یہ سادہ سامنے دکھائی دینے والی باتیں، روز روشن کی طرح ظاہر باتیں بھی اندھوں کو دکھائی نہیں دیتیں۔ اسی کا نام قرآن کریم نے دل کا اندھا پن رکھا ہے۔ جب دل اندھے ہوجائیں تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آنکھیں جو دیکھتی ہیں دل ان کو قبول نہیں کرتے۔ وہ پیغام دلوں تک پہنچتا نہیں ہے۔ پس اس وقت پاکستان میں یہ حالت ہے اور اب جبکہ احمدیت کو اس جلسہ سالانہ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی بڑی نئی کامیابیاں عطا ہونے کو ہیں اور دشمن محسوس کر رہا ہے کہ یہ جلسہ یقیناً تاریخ ساز ہے تو اور زیادہ بھڑک اٹھیں گے اور زیادہ منصوبے بنائیں گے۔

پس تمام عالمگیر جماعتوں کو پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ جس طرح اب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو ثبات قدم عطا فرمایا، وہ جیلوں میں گئے، معصوموں پر پھانسی کے پھندے ڈالنے کی کوشش کی گئی، وہ لمبے عرصہ تک انتہائی دکھوں اور تکلیفوں میں اپنے خاندانوں سے الگ رہ کر محض للہ ایک زندانی کی کیفیت میں دن گزار رہے ہیں۔ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور باقیوں کو بھی کہ ان کو بھی خدا حوصلہ دے اور ہر امتحان سے کامیابی سے گزار دے اور سب سے بڑی دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اب ابتلاء کے یہ دن بدل کر انہیں پاکستان کے لئے بھی عظیم جزاء کے دن بنا دے۔ ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ ہمیں جو جزاء عطا فرما رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں پاکستان کے احمدیوں کی قربانی کا ایک بڑا بھاری دخل ہے۔ ان کی تکلیفیں ہیں جو دعا بن کر اٹھتی ہیں اور رحمت بن کر ساری دنیا میں احمدیوں پر برس رہی ہیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ہمیشہ تکلیفیں ہی اٹھاتے رہیں اور قربانیاں ہی دیتے چلے جائیں اور تمام دنیا کی احمدی جماعتیں ان کا فیض پاتی رہیں۔ یہ خدا کی تقدیر نہیں ہے۔ یہ عارضی قصے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دن بدلیں گے اور بہر حال بدلیں گے لیکن کب بدلیں گے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جب تک نہ بدلیں ہمیں ان کے لئے استقامت کی دعا کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی برکتوں کے اس دور میں حتی المقدور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ نے جو راہیں ہم پر آسان کر دی ہیں اگر ہم ان پر پوری رفتار سے

دوڑ نا نہ شروع کریں گے تو ہم ناشکرے بندے بنیں گے۔اس لئے ہندوستان کی جماعتیں ہوں یا انگلستان کی یا یورپ اور امریکہ کی دوسری جماعتیں اور افریقہ کے وہ ممالک جن میں احمدیت خدا کے فضل سے بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے آپ سب کے لئے میرے دو پیغام ہیں۔سب سے پہلے پاکستان کے احمدیوں کو اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھیں کیونکہ آپ کی کامیابیوں کے بدلے ان مظلوم احمدیوں سے اتارے جائیں گے اور اس کے لئے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی طرف جو عادت منسوب فرمائی ہے وہ بہر حال سچی ثابت ہوگی کہ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۵﴾ (آل عمران:۵۵) اور اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۷﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۸﴾ (الطارق:۱۶-۱۸) یہ دو مختلف آیات ہیں جن میں ایک ہی مضمون کو مختلف رنگ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت سچائی کے خلاف مکر میں مصروف ہیں اور میرے بندوں کو مکر آتا نہیں تو کیسے ان کے مکر کا جواب دیا جائے۔فرمایا: مَكَرَ اللّٰهُ یہ نہیں فرمایا: مَكَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔اللہ مکر کرتا ہے لیکن مکر میں بدی کا ایک پہلو بھی پایا جاتا ہے۔فرمایا: وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۵﴾ اللہ کے مکر میں شر کا پہلو نہیں بلکہ سارے بھلائی کے پہلو ہیں اور خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ کا مکر غالب آنے والا مکر ہے۔اس پر کوئی دوسرا مکر غالب نہیں آسکتا۔تو اللہ تعالیٰ اپنی تدبیروں میں مصروف ہے اور وہ کبھی بھی ہمارے حال سے غافل نہیں رہا۔ہماری دعاؤں کے نتیجہ میں اس کا فضل اور بھی زیادہ قریب آجاتا ہے۔دوسری جگہ فرمایا: اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۷﴾ کہ یہ دشمن اسلام اور حق کے دشمن بڑی بڑی 'کیدیں' کرتے ہیں۔مکروفریب کے بڑے منصوبے باندھتے ہیں۔کیا سمجھتے ہیں کہ میں خاموش بیٹھا رہوں گا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۷﴾ میں بھی جواباً بڑی بڑی تدبیریں کروں گا اور بڑی بڑی تدبیریں کرتا ہوں۔فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۸﴾ اے مومنوں کی جماعت! ان لوگوں کو اپنی جہالت کی حالت میں کچھ دیر اور بھٹکنے دو بالآخر خدا کی تدبیر ہی غالب آنے والی ہے۔خدا کرے کہ ہم جلد اس غالب تدبیر کا منہ دیکھیں جیسے کہ دنیا میں دیکھا ہے پاکستان میں بھی یہ منہ دیکھیں اور پاکستان کے باشندوں کی تقدیر بدل جائے۔جب تک یہ ملاں پاکستان کی جڑوں میں بیٹھا ہوا ہے، اس درخت کو کبھی پھل نہیں لگ سکتے۔ایک بے کار درخت بن چکا

ہے جس پر کڑوی چیزیں تو اُگ سکتی ہیں مگر ثمرات حسنہ اس کو عطا نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی جڑیں گندی ہوگئی ہیں۔ جب تک اہل پاکستان اپنی جڑوں سے ملائیت کے جراثیم نہ نکالیں اور محمد مصطفی ﷺ کے مکارم الاخلاق کو وہاں قائم نہ کریں، اس وقت تک اس ملک کا بھی کچھ نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور دنیا میں عالمگیر تبدیلیاں برپا کرنے کی ہم عاجزوں اور غریب بندوں کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا۔

میں نے اہل کشمیر کا بھی خصوصیت سے ذکر کرنا تھا لیکن اس وقت خیالات دوسری طرف منتقل ہوتے چلے گئے تو ان کا ذکر رہ گیا۔ جہاں تک اخلاص اور جوش کا تعلق ہے کشمیر سے آنے والے ہزار ہا احمدیوں نے جس اخلاص اور جوش کا مظاہرہ کیا ہے وہ بھی ایک قابل دید منظر تھا، ایسا جو ہمیشہ کے لئے یادوں میں پیوست ہو جاتا ہے اور وہاں بھی غربت ہے لیکن بعض دوسرے علاقوں کی نسبت کم ہے۔ لیکن جس طرح علاقے کا امن اٹھ چکا ہے وہاں سے ان حالات میں ان کا جوق در جوق آنا ایک بہت بڑی قربانی کا تقاضا کرتا تھا جو انہوں نے پیش کی۔ شروع میں مجھے یہ بتایا گیا کہ شاید ہزار کی تعداد میں کشمیری آجائیں اور اس پر بھی خیال یہ تھا کہ ہزار تو بہت زیادہ ہیں۔ شاید خوش فہمی کا اندازہ ہے مگر وہ جو کشمیر کے جذبے کو اور اخلاص کو جانتے تھے وہ مجھے یقین دلا رہے تھے کہ پندرہ سو دو ہزار اس سے بھی زیادہ کی توقع رکھیں۔ چنانچہ آخر پر مجھے یہ بتایا گیا کہ اللہ کے فضل سے کشمیر سے آنے والے احمدیوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ خواتین بھی بڑی کثرت سے آئیں، مرد بھی، بچے بھی اور بہت ہی محبت اور پیار سے اور بڑی مستعدی سے انہوں نے اپنے اپنے فرائض ادا کئے اور اب بھی ان کی کچھ تعداد ابھی پیچھے ٹھہری ہوئی ہے۔ کشمیر کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کشمیر کی جماعت کے لئے خصوصی دعا کی تحریک کرتا ہوں۔ اللہ اس خطے کو بھی سچائی اور انصاف کا امن نصیب کرے۔ آمین۔